ویکیپیڈیا
آزاد دائرۃ المعارف

# حسن ابن علی

https://ur.wikipedia.org/s/su

**حسن بن علی بن ابی طالب** (621ء–670ء) 15رمضان 3 ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں سورہ کوثر کی پہلی تفسیر بن کر صحن علی المرتضیؓ و خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ میں تشریف لائے رسولِ خداؐ کے لیے امام حسنؓ کی آمد بہت بڑی خوشی تھی کیونکہ جب مکہ مکرمہ میں رسول کریمؐ کے بیٹے یکے بعد دیگرے رحلت فرماتے رہے تو مشرکین طعنے دیتے اور آپ کو بڑا صدمہ پہنچتا۔ مشرکین کو جواب کے لیے قرآن مجید میں سورۃ الکوثر نازل ہوئی جس میں آپ کوخوش خبری دی گئی ہے کہ خدا نے آپ کو کثرتِ اولاد عطا فرمائی ہے اور مقطوع النسل آپؐ نہیں ہونگے بلکہ آپؐ کا دشمن ہوگا۔ دنیا میں ہر انسان کی نسل اس کے بیٹے سے ہے لیکن کائنات کی اشرف ترین ہستی سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نسل کا ذریعہ ان کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؓ یعنی امام حسنؓ و حسینؓ کو قرار دیا گیا۔ حضرت عمر ابن خطابؓ اور حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا’’ہر عورت کی اولاد کا نسب اس کے باپ کی طرف ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہؓ کے، میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں‘‘حضرت عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب (اولاد فاطمہ )اور رشتہ کے ۔[16] نصاری نجران کے ساتھ مباہلہ کے لیے بھی رسول خدا امام حسن و حسینؓ کو اپنے فرزندان کے طور پر ساتھ لے کر گئے جس پر قرآن کی آیت گواہ ہے۔ بحارالانور میں ہے کہ جب امام حسنؓ سرور کائنات کی خدمت میں لائے گئے تو آنحضرت نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسنؓ اسے چوسنے لگے اس کے بعدآپ نے دعاکی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا ولادت کے ساتویں دن سرکار کائناتؐ نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی ۔[17] اس کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ ۔’’آپ نے اس بچہ کا کوئی نام بھی رکھا؟‘‘امیر المومنینؓ نے عرض کی۔ ’’آپؐ پر سبقت میں کیسے کر سکتا تھا۔ ‘پیغمبرؐ نے فرمایا ’’میں بھی خدا پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں‘‘چند ہی لمحوں کے بعد جبرائیلؑ پیغمبرؐ کی خدمت میں وحی لے کر آگئے اور کہا ’’ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اس بچہ کا نام حسنؓ رکھیے۔ تاریخ خمیس میں یہ مسئلہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ماہرین علم الانساب بیان کرتے ہیں کہ خداوند عالم نے خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کے دونوں شاہزادوں کانام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن و حسین نام سے کوئی موسوم نہ ہوا تھا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے ساتھ امام حسنؓ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ حضرت امام حسنؓ رسول کریمؐ سے چہرے سے سینے تک اور امام حسینؓ سینے سے قدموں تک رسولؐ کی شبیہ تھے۔ خداکی وحی کے بغیر کوئی کام اور کلام نہ کرنے والے رسول خداکی نواسوں سے محبت اور اللہ کے نزدیک مقام کا اندازہ اس حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ روایت ہے کہ رسول کریمؐ نماز عشاء ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائے اور آپؐ اس وقت حضرت امام حسن اور امام حسینؓ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپؐ اس وقت آگے بڑھے (نماز کی امامت فرمانے کے لیے) اور ان کو زمین پر بٹھلایا۔ پھر نماز کے واسطے تکبیر فرمائی۔ آپؐ نے نماز کے درمیان ایک سجدہ میں تاخیر فرمائی تو میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ صاحب زادے (یعنی رسول کریمؐ کے نواسے) آپؐ کی پشت مبارک پر ہیں اور اس وقت آپؐ حالت سجدہ میں ہیں۔ پھر میں سجدہ میں چلا گیا جس وقت آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے نماز کے دوران ایک سجدہ ادا فرمانے میں تاخیر کیوں فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہ تھی میرے نواسے مجھ پر سوار ہوئے تو مجھ کو (برا) محسوس ہوا کہ میں جلدی اٹھ کھڑا ہوں اور اس کی مراد (کھیلنے کی خواہش) مکمل نہ ہو۔ ۔[18] آنحضرت ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آ گئے اور حسن کے پاؤں دامن عبامیں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انھیں آغوش میں اٹھا لیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا[19] حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریمؐ نے حضرت حسن بن علیؓ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپؐ فرما رہے تھے، اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔ (بخاری، مسلم) اہل بیت سے آپ کو سب سے

**حسن ابن علی**
**(عربی میں: أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ الْقُرَشِيُّ)**

**پانچویں خلیفہ راشد**

| | |
|---|---|
| علی بن ابی طالب | معاویہ (بطور بادشاہ اول دولت امویہ) |

**اہل تشیع کے دوسرے امام**

| | |
|---|---|
| علی بن ابی طالب | حسین بن علی |

**معلومات شخصیت**

| | |
|---|---|
| پیدائش | 1 مارچ 625ء<br>مدینہ منورہ [6] |
| وفات | سنہ 669ء (43–44 سال)[7][8][9][10]<br>مدینہ منورہ |
| وجہ وفات | زہر |
| مدفن | جنت البقیع |
| قاتل | جعدہ بنت اشعث |
| طرز وفات | قتل |
| شہریت | خلافت راشدہ<br>سلطنت امویہ |

| | |
|---|---|
| **مذہب** | اسلام |
| **زوجہ** | فہرست ..[کھولیں] |
| **اولاد** | حسن المثنیٰ ، قاسم بن حسن ، فاطمہ بنت حسن ، حسین بن حسن بن علی ، ابو بکر بن حسن بن علی ، عبد اللہ بن حسن ، طلحہ بن حسن ، زید بن حسن |
| **والد** | علی بن ابی طالب [11] |
| **والدہ** | فاطمۃ الزہرا [11] |
| **بہن/بھائی** | رقیہ بنت علی ، ام کلثوم بنت علی ، زینب بنت علی ، محسنؑ بن علیؑ ، حسین ابن علی ، ہلال ابن علی ، عثمان بن علی ، عباس بن علی ، عبد اللہ بن علی ، جعفر ابن علی ، محمد بن حنفیہ ، ابوبکر بن علی بن |

**عملی زندگی**

| | |
|---|---|
| **پیشہ** | ریاست کار ، عسکری قائد ، خلیفہ |
| **مادری زبان** | کلاسیکی عربی |
| **پیشہ ورانہ زبان** | کلاسیکی عربی |

**عسکری خدمات**

| | |
|---|---|
| **لڑائیاں اور جنگیں** | جنگ جمل ، جنگ صفین ، جنگ نہروان |

درستی (https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title=%D8%AD%D8%B3%D9%86_%D8%A7%D8%A8%D9%86_%D8%B9%D9%84%DB%8C&action=edit&section=0) - ترمیم (https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title=%D8%AD%D8%B3%D9%86_%D8%A7%D8%A8%D9%86_%D8%B9%D9%84%DB%8C&veaction=edit)

پیارا کون ہے؟ فرمایا، حسن اور حسینؓ۔ آپؐ حضرت فاطمہ رضؓ سے فرمایا کرتے، میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھرآپ ﷺدونوں کو سونگھا کرتے اور انھیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔ (ترمذی) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا، حسن اور حسینؓ دونوں دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔[20] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[21] حضرت ابن عباس رضسے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، کیا میں تمھیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے نانا نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمھیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟کیا میں تمھیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماں باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسینؓ ہیں[22] سیدہ فاطمہؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو رسول کریم ﷺکے مرضْ الوصال کے دوران آپؐ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! انھیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ رسول کریم ﷺنے فرمایا، حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرات اور سخاوت کا وارث ہے۔[23] امام حسن مجتبیٰؑ نے سات سال اور کچھ مہینے تک اپنے نانا رسول خداؐ کا زمانہ دیکھا اور آنحضرتؐ کی آغوش محبت میں پرورش پائی۔ پیغمبر اکرمؐکی رحلت کے بعد جو حضرت فاطمہ زہراؑ کی شہادت سے تین سے چھ مہینے پہلے ہوئی آپ اپنے والد ماجد کے زیر تربیت آ گئے تھے۔ فرزند رسول امام حسن مجتبیٰؑ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد امامت کے درجے پر فائز ہوئے اس کے ساتھ خلافت اسلامیہ پر بھی متمکن ہوئے اور تقریباً چھ ماہ تک آپر امور مملکت کا نظم ونسق سنبھالا۔ آپ کا عہد بھی خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام زین العابدینؓفرماتے ہیں کہ امام حسنؓزبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایاپیدل فرمایا، کبھی کبھی پابرہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثریاد خداوندی میں گریہ کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے توآپ کے چہرہ کارنگ زرد ہوجا یاکرتا تھا اورجب نماز کے لیے کھڑ ے ہوتے تھے توبیدکی مثل کانپنے لگتے تھے ۔[24] امام شافعیؒ لکھتے ہیں کہ امام حسن رضؓ نے اکثراپناسارامال راہ خدامیں تقسیم کردیاہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم و پرہیزگار تھے۔ امام حسن کے والد بزرگوار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے 21 رمضان کو شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر 37 سال چھ یوم کی تھی۔ حضرت علی کی تکفین وتدفین کے بعد عبد اللہ ابن عباس کی تحریک سے قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اوران کے بعدتمام حاضرین نے بیعت کرلی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ 21 رمضان 40ھ یوم جمعہ کاہے ( ابن اثیر) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہوکر تقریر کی اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی . سب نے انتہائی خوشی اور رضا مندی کے ساتھ بیعت کی آپ نے مستقبل کے حالات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اسی وقت لوگوں سے صاف صاف یہ شرط کردی کہ ”اگر میں صلح کروں تو تم کو صلح کرنا ہوگی او راگر میں جنگ کروں تو تمھیں میرے ساتھ مل کر جنگ کرنا ہوگی “سب نے اس شرط کو قبول کر لیا . آپ نے انتظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا .لیکن جب آپ نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ انتشار کا شکار ہے اور تو آپ تخت حکومت کو خیر باد کہہ دیا کیونکہ امام حسنؓ کا واحد مقصد حکم خدا اور حکم رسول کی پابندی کا اجرا چاہیے تھا امام حسن ؑنے دین خدا کی سربلندی، فتنہ وفساد کا سر کچلنے، کتاب خدا اور سنت رسول پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لیے اپنے نانارسول خدا ﷺ کی صلح حدیبیہ کی تاسی میں تخت حکومت کو ٹھوکر مار کر جو تاریخی صلح کی وہ اسلام کی تاریخ کا ایسا ناقابل فراموش باب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ امام حسنؓ اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے، لیکن حق کے مرکزاور تعلیمات محمدی ﷺ کے سرچشمہ امام حسن رضکا قائم رہنا دشمنان دین کو کب گوارا تھا اسی لیے جعدہ بنت اشعث کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر نواسہ رسول ﷺامام حسن کو زہر دے کرے شہید کر دیا گیا[25] رسول کے پیارے نواسے امام حسن ؑ نے 28 صفر 50ھ کو جام شہادت نوش کیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔[26][27][28][29][30][31][32][33]

## نام ونسب

حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار معد بن عدنان ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا بن رسول اللہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے۔[34]

## پیدائش

سنہ ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک کے مہینہ میں معدنِ نبوت کا یہ گوہر شب چراغ استغنا وبے نیازی کی اقلیم کا تاجدار، صلح و مسالمت کی پرسکون مملکت کا شہنشاہ، عرشِ خلافت کا مسند نشین، دوشِ نبوت کا سوار، فتنہ و فساد کا بیخ کن، سردارِ دو عالم کی بشارت کا پورا کرنے والا، امتِ مسلمہ کا محسنِ اعظم، نور افزائے عالمِ وجود ہوا، آنحضرت ﷺ کو ولادت باسعادت کی خبر ہوئی تو حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا :میرے بچے کو دکھانا، کیا نام رکھا گیا، عرض کیا گیا، حرب، فرمایا نہیں، اس کا نام حسنؓ ہے، پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا اور دو مینڈھوں کی قربانی کر کے سر کے بال اتروائے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی۔[35][1]

## عہد نبوی ﷺ

آنحضرت ﷺ کو حضرت حسنؓ کے ساتھ جو غیر معمولی محبت تھی وہ کم خوش قسمتوں کے حصّہ میں آئی ہوگی، آپ نے بڑے نازو نعم سے ان کی پرورش فرمائی کبھی آغوشِ شفقت میں لیے ہوئے نکلتے، کبھی دوشِ مبارک پر سوار کیے ہوئے برآمد ہوتے ان کی ادنی ادنی تکلیف پر بے قرار ہو جاتے، بغیر حسنؓ کو دیکھے ہوئے نہ رہا جاتا تھا، ان کو دیکھنے کے لیے روزانہ فاطمہ زہراؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے، حضرت حسنؓ اور حسینؓ بھی آپ سے بے حد مانوس ہو گئے تھے، کبھی نماز کی حالت میں پشتِ مبارک پر چڑھ کے بیٹھ جاتے کبھی رکوع میں ٹانگوں کے درمیان گھس جاتے کبھی ریش مبارک سے کھیلتے، غرض طرح طرح کی شوخیاں کرتے، جان نثار نانا نہایت پیار اور محبت سے ان طفلانہ شوخیوں کو برداشت کرتے اور کبھی تادیباً بھی نہ جھڑکتے ؛بلکہ ہنس دیا کرتے تھے، ابھی حضرت حسنؓ آٹھ ہی سال کے تھے کہ یہ بابرکت سایہ سر سے اٹھ گیا۔،[36] [37]

## عہد صدیقیؓ

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے، آپ بھی ذاتِ نبوی ﷺ کے تعلق کی وجہ سے حضرت حسن علیہ السلام کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ صدیق عصر کی نماز پڑھ کر نکلے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے، راستہ میں حضرت حسنؓ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور فرمانے لگے، قسم ہے یہ نبی کریم ﷺ کے مشابہ ہے علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہے، حضرت علیؓ یہ سن کر ہنسنے لگے ۔[38][39]

## عہد فاروقیؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں دونوں بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا، چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہؓ کرام کے وظائف مقرر کیے، تو گو حضرت حسنؓ اس صف میں نہ آتے تھے، لیکن آپ کا بھی پانچ ہزار ماہانہ مقرر فرمایا۔[40] [41]

## عہد عثمانیؓ

حضرت عثمانؓ بن عفان نے بھی اپنے زمانہ میں ایسا ہی شفقت آمیز طرز عمل رکھا صدیقی اور فاروقی دور میں حضرت حسنؓ اپنی کمسنی کے باعث کسی کام میں حصہ نہ لے سکتے تھے، حضرت عثمان کے عہد میں پورے جوان ہو چکے تھے ؛چنانچہ اسی زمانہ سے آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے اول طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، یہ فوج کشی سعید بن العاص کی ماتحتی میں ہوئی تھی۔[42] اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ بن عفان کے خلاف فتنہ اٹھا اور باغیوں نے قصرِ خلافت کا محاصرہ کر لیا، تو حسنؓ نے اپنے والد بزرگوار کو یہ مفید مشورہ دیا کہ آپ محاصرہ اٹھنے تک کے لیے مدینہ سے باہر چلے جائیے، کیونکہ اگر آپ کی موجودگی میں عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو لوگ آپ کو مطعون کریں گے اور ان کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے ؛لیکن

باغی حضرت علیؓ کی نقل و حرکت کی برابر نگرانی کر رہے تھے، اس لیے حضرت علیؓ اس مفید مشورہ پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔[43] البتہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا، چنانچہ انھوں نے اور ان کے دوسرے ساتھیوں نے اس خطرہ کی حالت میں نہایت شجاعت و بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کی مدافعت کی اور باغیوں کو اندر گھسنے سے روک رکھا، اس مدافعت میں خود بھی بہت زخمی ہوئے، سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا، لیکن حفاظت کی یہ تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور باغی چھت پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا، حضرت علیؓ بن ابی طالب کو شہادت کی خبر ہوئی توآپ نے جوش غضب میں حضرت حسنؓ کو طمانچہ مارا کہ تم نے کیسی حفاظت کی کہ باغیوں نے اندر گھس کر عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔[44] [45] [46]

## بیعت خلافت کے وقت

حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے بعد جب مسندِ خلافت خالی ہو گئی اور مسلمانوں کی نگاہِ انتخاب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر پڑی اور انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تو حضرت حسنؓ نے غلبۂ عاقبت اندیشی سے والد بزرگوار کو یہ مشورہ دیا کہ جب تک تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ آپ سے خلافت کی درخواست نہ کریں اِس وقت تک آپ اسے قبول نہ فرمائیے، لیکن حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ خلیفہ کا انتخاب صرف مہاجرین وانصار کا حق ہے، جب وہ کسی کو خلیفہ تسلیم کر لیں، تو پھر تمام ممالک اسلامیہ پر اس کی اطاعت واجب ہوجاتی ہے، بیعت کے لیے تمام دنیا کے مسلمانوں کے مشورہ کی شرط نہیں ہے اور خلافت قبول کرلی۔[47][48][49]

## جنگ جمل سے حضرت علیؓ کو روکنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد جب حضرت عائشہؓ، طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم حضرت عثمانؓ بن عفان کے قصاص میں ان کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لیے نکلے تو پھر حضرت حسنؓ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مدینہ لوٹ چلئے اور کچھ دنوں کے لیے خانہ نشین ہوجائیے ،لیکن حضرت علیؓ کی رائے میں ان حالات میں مدینہ لوٹنا اور خانہ نشین ہوجانا، اُمت کے ساتھ فریب تھا اور اس سے اُمت اسلامیہ میں مزید افتراق وانشقاق کا اندیشہ تھا اس لیے واپس نہ ہوئے۔[50]،[51]

## جنگ جمل

یہ وہ وقت تھا کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے قصاص کے لیے نکل چکے تھے، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں، جب آپ بالکل آمادہ ہو گئے، تو حضرت حسنؓ کو بھی چار و ناچار آپ کی حمایت میں نکلنا پڑا چنانچہ والد بزرگوار کے حکم کے مطابق حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اہل کوفہ کو ان کی امداد پر آمادہ کرنے کے لیے کوفہ تشریف لے گئے انھی ایام میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو خانہ جنگی اورفتنہ و فساد سے روکنے کے لیے کوفہ آئے ہوئے تھے اور جامع مسجد کوفہ میں تقریر کر رہے تھے کہ برادران کوفہ تم لوگ عرب کی بنیاد بن جاؤ، تاکہ مظلوم اور خوفزدہ تمھارے دامن میں پناہ لیں لوگو فتنہ اٹھتے وقت پہچان نہیں پڑتا ،بلکہ مشتبہ رہتا ہے فرو ہونے کے بعد اس کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، معلوم نہیں یہ فتنہ کہاں سے اٹھا ہے اور کس نے اٹھایا ہے، اس لیے تم لوگ اپنی تلواریں نیام میں کرلو، نیزہ کے پھل نکال ڈالو، کمانوں کے چلے کاٹ دو اور گھروں کے اندرونی حصہ میں بیٹھ جاؤ، لوگو!فتنہ کے زمانے میں سونے والا کھڑے ہونے والے سے اورکھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہے حضرت حسنؓ نے مسجد پہنچ کر یہ تقریر سنی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک دیا اور فرمایا تم یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں جی میں آئے چلے جاؤ اورخود منبر پر چڑھ کر اہل کوفہ کو حضرت علیؓ کی امداد پر ابھارا، چنانچہ آپ کی دعوت اورحجر بن عدی کندی کی تقریر پر 9650 کوفی حضرت علیؓ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے، حضرت حسنؓ ان سب کو لے کر مقام ذی قار میں حضرت علیؓ سے مل گئے اور جنگ کے فیصلہ تک برابر ساتھ رہے۔[52] جمل کے بعد صفین کا قیامت خیز معرکہ ہوا اس میں بھی آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے اور التوائے جنگ پر جو عہد نامہ مرتب ہوا تھا اس میں شاہد تھے۔[53][54][55][56][57]

## حضرت علیؓ کی شہادت

خلافت کے پانچویں سال عبدالرحمن ابن ملجم نے حضرت علیؓ بن ابی طالب پر قاتلانہ حملہ کیا زخم کاری تھا اس لیے نقل وحرکت سے معذور ہو گئے،چنانچہ جمعہ کی امامت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرمائی، اس جمعہ میں آپ نے ذیل کا خطبہ دیا: "خدا نے جس نبی کو مبعوث کیا اس کو ایک ذات، ایک قبیلہ اور ایک گھر عنایت فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا جو شخص ہم اہل بیت کا کوئی حق تلف کرے گا خدا اس اتلافِ حق کے بقدر اس شخص کا حق گھٹا دے گا"۔[58] حضرت علیؓ بن ابی طالب کا زخم نہایت کاری تھا، جب بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بعض ہوا خواہوں نے آپ سے حضرت حسنؓ کی آیندہ جانشینی اورخلافت کے بارہ میں سوال کیا آپ نے فرمایا"نہ میں حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں"[59] زخمی ہونے کے تیسرے دن حضرت علیؓ جنت الفردوس کو سدھارے حضرت حسنینؓ اور آل جعفرؓ نے غسل دیا، حضرت حسنؓ نے نمازجنازہ پڑھائی اور نمازِ فجر کے قبل آپ کا جسدِ خاکی مقام رُحبہ میں جامع مسجد کے متصل سپرد خاک کیا گیا۔[60] [46]،[61]

## بیعت خلافت

حضرت علیؓ بن ابی طالب کی وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبوضہ علاقہ کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسنؓ کی طرف تھیں چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین سے فراغت کے بعد آپ جامع مسجد تشریف لائے، مسلمانوں نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے آپ نے ان سے بیعت لی اور بیعت کے بعد حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی:[62]

### پہلی تقریر

لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے اورنہ پچھلے اس کو پاسکیں گے، رسول اللہ ﷺ اس کو اپنا علم مرحمت فرما کر لڑائیوں میں بھیجتے تھے وہ کبھی کسی جنگ سے ناکام نہیں لوٹا۔ میکائیلؑ اورجبرائیلؑ چپ وراست اس کے جلو میں ہوتے تھے اس نے ساتھ سودرہم کے سوا جو اس کی مقررہ تنخواہ سے بچ رہے تھے، سونے چاندی کا کوئی ذرہ نہیں چھوڑا ہے یہ درہم بھی ایک خادم خریدنے کے لیے جمع کیے تھے،[63] اس بیعت اورتقریر کے بعدآپ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔[64]

## امیر معاویہ کا جارحانہ اقدام

جناب امیرؓ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہؓ میں بہت قدیم اختلاف چلا آرہا تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی حیات ہی میں عالمِ اسلامی پرحکومت کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے، لیکن جناب امیرؓ علی المرتضیٰ کی زندگی میں یہ خواب منتِ کشِ تعبیر نہ ہوا، آپ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کا یہ جذبہ دفعۃً نہایت شدت کے ساتھ ابھر آیا، امیر معاویہؓ کو یہ معلوم تھا کہ حسنؓ صلح پسند ہیں اور جنگ و جدال وہ دل سے ناپسند کرتے ہیں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ حضرت حسنؓ کو قتل وخونریزی سے شدید نفرت تھی اور اس قیمت پر وہ خلافت لینے پر آمادہ نہ تھے،چنانچہ آپ نے پہلے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ اگر اس کی نوبت آئی تو امیر معاویہؓ سے اپنے لیے کچھ مقرر کرا کے خلافت سے دست بردار ہو جائیں گے۔[65]) امیر معاویہؓ کو ان حالات کا پورا اندازہ تھا اس لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ہی انھوں نے فوجی پیش قدمی شروع کردی اور پہلے عبد اللہ بن عامر کریز کو مقدمہ الجیش کے طور پر آگے روانہ کر دیا، یہ انبار ہوتے ہوئے مدائن کی طرف بڑھے۔[66][67][68]

## مقابلہ کے لیے آمادگی اور واپسی

حضرت حسنؓ اس وقت کوفہ میں تھے آپ کو عبد اللہ بن عامر کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کے لیے کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے، ساباط پہنچ کر اپنی فوج میں کمزوری اورجنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھے اس لیے اسی مقام پر رک کر حسبِ ذیل تقریر کی: "میں کسی مسلمان کے لیے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تمھارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تمھارے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں، امید ہے کہ اسے مسترد نہ کروگے جس اتحاد و یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تفرقہ اور اختلاف سے کہیں افضل و بہتر ہے، جسے تم چاہتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور لڑنے سے بزدلی دکھا رہے ہیں میں تم لوگوں کو تمھاری مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا" یہ خیالات سن کر لوگ سناٹے میں آگئے اورایک دوسرے کا منہ تکنے لگے، اگرچہ کچھ لوگ جنگ سے پہلو تہی کر رہے تھے تاہم بہت سے خارجی عقائد کے لوگ جو آپ کے ساتھ تھے وہ معاویہؓ

سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے، انھوں نے جب یہ رنگ دیکھا تو حضرت علیؓ کی طرح حضرت حسنؓ کو بھی برا بھلا کہنے لگے اوران کی تحقیر کرنی شروع کردی اور جس مصلیٰ پر آپ تشریف فرماتے تھے حملہ کرکے اسے چھین لیا اور پیراہن مبارک کھسوٹ کر گلے سے چادر کھینچ لی حضرت حسنؓ نے یہ برہمی دیکھی تو گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ربیعہ و ہمدان کو آواز دی انھوں نے بڑھ کر خارجیوں کے نرغہ سے چھڑایا اورآپ سیدھے مدائن روانہ ہو گئے راستہ میں جراح بن قبیصہ خارجی حملہ کی تاک میں چھپا ہوا تھا، حضرت حسنؓ جیسے ہی اس کے قریب سے ہوکر گذرے اس نے حملہ کرکے زانوئے مبارک زخمی کر دیا، عبد اللہ بن خطل اور عبد اللہ بن ظبیان نے جو امام کے ساتھ تھے جراح کو پکڑ کر اس کا کام تمام کر دیا اورحضرت حسنؓ مدائن جاکر قصر ابیض میں قیام پزیر ہو گئے اور زخم بھرنے تک ٹھہرے رہے، شفایاب ہونے کے بعد پھر عبد اللہ بن عامر کے مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے اس دوران میں امیر معاویہؓ بھی انبار پہنچ چکے تھے اور قیس بن عامر کو جو حضرت حسنؓ کی طرف سے یہاں متعین تھے گھیرلیا تھا ادھر معاویہؓ نے قیس کا محاصرہ کیا دوسری طرف حضرت حسنؓ اور عبد اللہ ابن عامر بالمقابل آگئے، عبد اللہ اس موقع پر یہ چال چلا کہ حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کرکے کہا کہ عراقیو! میں خود جنگ نہیں کرنا چاہتا، میری حیثیت صرف معاویہؓ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ شامی فوجیں لے کر خود انبار تک پہنچ چکے ہیں، اس لیے حسنؓ کو میرا سلام کہہ دو اور میری جانب سے یہ پیام پہنچا دوکہ ان کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم جنگ ملتوی کر دیں عبد اللہ بن عامر کا یہ افسوں کار گر ہو گیا، حضرت حسنؓ کے ہمراہیوں نے اس کا پیام سنا تو انھوں نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پیچھے ہٹنے لگے، حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا، تو وہ پھر مدائن لوٹ گئے۔ [36][51]:249 [69][70]

## خلافت سے دست برداری

آپ کے مدائن چلے آنے کے بعد عبد اللہ بن عامر کو موقع مل گیا اس نے بڑھ کر مدائن میں گھیر لیا حضرت حسنؓ پہلے ہی سے امیر معاویہؓ سے صلح کرنے پر آمادہ تھے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کر دیا اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کر لیا اوریہ شرائط عبد اللہ بن عامر کے ذریعہ سے امیر معاویہؓ کے پاس بھجوا دیے جو حسب ذیل ہیں:

(1)کوئی عراقی محض بغض وکینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا

(2) بلا استثناء سب کو امان دی جائے گی

(3) عراقیوں کے ہفوات کو انگیز کیا جائے گا

(4)یہ ہواز کا کل خراج حسنؓ کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا۔

(5) حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ علاحدہ دیا جائے گا۔

(6)بنی ہاشم کو صلات و عطایا میں بنی عبد شمس (بنی امیہ) پر ترجیح دی جائے گی۔

عبد اللہ بن عامر نے یہ شرائط امیر معاویہ کے پاس بھجواد یئے، انھوں نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے ان کی منظوری لکھ کر اپنی مہر ثبت کرکے معززین وعمائد کی شہادتیں لکھوا کر حضرت حسنؓ کے پاس بھجوا دیا۔ (یہ تمام حالات اخبار الطوال دینوری،230 تا 232 سے ماخوذ ہیں، ابن اثیر کا بیان اس سے کسی قدر مختلف ہے اس کی روایت کے مطابق صورت واقعہ ہے جس وقت امام حسنؓ نے اپنے شرائط امیر معاویہؓ کے سامنے پیش کرنے کے لیے بھیجے تھے، اسی دوران میں امیر معاویہؓ نے بھی ایک سادہ کاغذ پر مہر لگا کر حسنؓ کے پاس بھیجا تھا کہ اس پر وہ جو شرائط چاہیں تحریر کر دیں سب منظور کرلی جائیں گی اس کاغذ کے بھیجنے کے بعد امیر معاویہؓ کے پاس حسنؓ کے شرائط والا کاغذ پہنچا امیر معاویہ نے اس کو روکے رکھا حسنؓ کو جب امیر معاویہؓ کا مہر کردہ سادہ کاغذ ملا تو انھوں نے اس میں بہت سی ایسی شرطیں جو پہلے مطالبہ میں نہ تھیں بڑھا دیں لیکن امیر معاویہؓ نے انھیں تسلیم نہیں کیا اورصرف انھی شرائط کو مانا جسے حسنؓ پہلے بھیج چکے تھے[71] دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ نے قیس بن سعد انصاری کو جو مقدمۃ الجیش کے ساتھ شامیوں کے مقابلہ پر مامور تھے اس کی اطلاع دی اورجملہ امور امیر معاویہؓ کے حوالہ کرکے مدائن چلے آنے کا حکم دیا قیس کو یہ فرمان ملا تو انھوں نے فوج کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ اس کے بعد ہمارے لیے صرف دو صورتیں ہیں یا تو بلا امام کے جنگ جاری رکھیں یا امیر معاویہ کی اطاعت قبول کر لیں، ان کے دستہ میں بھی کچھ کمزور لوگ موجود تھے جنھوں نے امیر معاویہؓ کی اطاعت قبول کرلی اور قیس حضرت حسنؓ کے حکم کے مطابق آپ کے پاس مدائن چلے آئے اوران کے مدائن آنے کے بعد حضرت حسنؓ کوفہ تشریف لے گئے امیر معاویہؓ یہاں آکر آپ سے ملے اور دونوں میں صلح نامہ کے شرائط کی زبانی بھی تصدیق و توثیق ہو گئی۔[72] اوپر جو شرطیں اخبار الطوال سے نقل کی گئی ہیں، ان کے علاوہ عام طور پر ایک یہ شرط بہت مشہور ہے کہ امیر معاویہؓ کے بعد حسن خلیفہ ہوں گے ،لیکن یہ شرط مروج الذہب مسعودی اخبار الطوال دینوری، یعقوبی، طبری اور ابن اثیر وغیرہ کسی میں بھی نہیں ہے، البتہ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ علما کا یہ بیان ہے کہ حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی ہی تک کے لیے ان کے حق میں دست بردار ہوئے تھے[73] لیکن ابن عبد البر کا یہ بیان خود محل نظر ہے اس لیے کہ جو واقعہ کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا اس کو علما کا بیان کیسے کہا جا سکتا ہے ممکن ہے ان کے عہد کے علما کی یہ رائے رہی ہو لیکن تاریخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، خود طبری نے بھی جو اپنی تاریخ میں ہر قسم کی رطب دیا بس روایتیں نقل کردیتا ہے، اس شرط کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے اور آئندہ واقعات سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی اس شرط کے نہ ہونے کا سب سے بڑاثبوت یہ ہے کہ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد جب امیر معاویہؓ یزید کی بیعت لینے کے لیے مدینہ گئے اور ابن زبیرؓ، حسینؓ اور عبد الرحمن بن ابی بکرؓ وغیرہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا، تو ان بزرگوں نے اس کے خلاف ہر طرح کے دلائل دیے، ابن زبیرؓ نے کہا کہ یہ طریقہ خلفائے راشدینؓ کے انتخابی طریقہ کے خلاف ہے، اس لیے ہم اسے منظور نہیں کرسکتے، عبد الرحمن بن ابی

بکرؓ نے کہا یہ قیصر وکسریٰ کی سنت ہے، لیکن کسی نے بھی یہ دلیل نہیں دی کہ حسنؓ صرف تمھارے حق میں دست بردار ہوئے تھے، اس لیے یزید کو ولیعہد نہیں بنایا جا سکتا ظاہر ہے کہ اگر ان بزرگوں کو اس قسم کی شرط کا علم ہوتا تو وہ دوسرے دلائل کے ساتھ اسے بھی یزید کی ولی عہدی کی مخالفت میں ضرور پیش کرتے پھر امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حضرت حسینؓ یزید کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں اور ان تقریروں میں یزید کی مخالفت کے اسباب بیان کیے لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا کہ چونکہ میرے بھائی حسنؓ صرف امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے اور وہ امیر معاویہؓ کی زندگی میں وفات پاچکے تھے اس لیے اصول توارث کی رو سے ان کی جانشینی کا حق مجھے یا حسنؓ کی اولاد کو پہنچتا ہے، حالانکہ یزید کی حکومت کے خلاف دلائل میں یہ بڑی قوی دلیل تھی لیکن حضرت حسینؓ نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے، باقی رہا یہ سوال کہ پھر بعض ارباب سیر نے اسے کیوں نقل کیا ہے، اس کا جواب ان لوگوں کے لیے بہت آسان ہے جو بن امیہ اور بنی ہاشم کی اختلافی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک حامی دوسرے کے متعلق ایسی روایتیں گھڑ دیتے ہیں جس سے دوسرے کے دامن پر کوئی دھبہ آتا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر معاویہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آرا ہوکر اور پھر اپنے بعد یزید کو ولی عہد بنا کر اسلامی خلافت ختم کرکے تاریخ اسلام میں نہایت بری مثال قائم کی، لیکن اس غلطی کو محض اس کی حد تک محدود رکھنا چاہیے تھا مگر ان کے مخالفوں نے اس پر بس نہیں کیا، بلکہ ان کے خلاف ہر طرح کے بہتان تراش کر تاریخوں میں شامل کر دیے اوپر کی شرط بھی اسی بہتان کی ایک کڑی ہے، ہمارے نزدیک اس شرط کی ایزاد سے امیر معاویہؓ کے اشارہ سے حضرت حسنؓ کو زہر دینے والی روایت کی توثیق مقصود ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا اس لیے کہ جب بطور مقدمہ کے اسے تسلیم کر لیا جائے کہ حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی تک کے لیے خلافت سے دستبردار ہوئے تھے اور امیر ویہؓ اپنے خاندان میں حکومت چاہتے تھے تو پھر ان دونوں مقدمات سے یہ کھلا ہوا نتیجہ نکل آتا ہے کہ حسنؓ کو امیر معاویہؓ ہی نے زہر دلوایا تھا اور یہ ایسا مکروہ الزام ہے جس سے امیر معاویہؓ کی اخلاقی تصویر نہایت بد نما ہوجاتی ہے اوروہ ہمیشہ کے لیے مورد طعن بن جاتے ہیں۔ [74][75]، [76] [77] ،[77][78]

## دست برداری کا اعلان اور مدینہ کی واپسی

حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ کی مصالحت کے بعد عمرو بن العاصؓ نے جو امیر معاویہؓ کے ہمراہ تھے ان سے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ مجمع عام میں حسنؓ سے دستبرداری کا اعلان کرا دو، تاکہ لوگ خود ان کی زبان سے اس کو سن لیں، مگر امیر معاویہؓ مزید حجت مناسب نہ سمجھتے تھے، اس لیے پہلے اس پر آمادہ نہ ہوئے مگر جب عمرو بن العاصؓ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو انھوں نے حضرت حسنؓ سے درخواست کی کہ وہ برسر عام دستبرداری کا اعلان کر دیں، امیر معاویہؓ کی اس فرمایش پر حضرت حسنؓ نے مجمع عام میں حسب ذیل تقریر فرمائی: اما بعد لوگو خدا نے ہمارے اگلوں سے تمھاری ہدایت اور پچھلوں سے تمھاری خونریزی کرائی دانائیوں میں بہتر دانائی تقویٰ اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بد اعمالیاں ہیں، یہ امر (خلافت) جو ہمارے اور امیر معاویہؓ کے درمیان متنازع فیہ ہے یا وہ اس کے حقدار ہیں یا میں دونوں صورتوں میں محمد ﷺ کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں پھر معاویہؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا یہ خلافت تمھارے لیے فتنہ اور چند روزہ سرمایہ ہے یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کہا بس کیجئے، اس قدر کافی ہے اور عمرو بن العاصؓ سے کہا تم مجھے یہی سنوانا چاہتے تھے۔[79] اس خاتم الفتن دست برداری کے بعد حضرت حسنؓ اپنے اہل و عیال کو لے کر مدینۃ الرسول چلے گئے، اس طرح آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ بااختلاف روایت آپ کی مدت خلافت ساڑھے پانچ مہینے یا چھ مہینے سے کچھ زیادہ یا سات مہینے سے کچھ زیادہ تھی، آپ کی بیعت خلافت کی تاریخ تو متعین ہے مگر دستبرداری کی تاریخ میں بڑا اختلاف ہے، بعض ربیع الاول 41ھ بعض ربیع الثانی اور بعض جمادی الاول بتاتے ہیں، اسی اعتبار سے مدت خلافت میں بھی اختلاف ہو گیا ہے۔ [80][81] [82][83]

## معاویہؓ اور قیس کی صلح

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری سے آپ کے خاص حامیوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائیوں کو بڑا صدمہ پہنچا، اس میں شک نہیں کہ حضرت حسنؓ کے کچھ آدمیوں نے جن پر شامیوں کا مخفی جادو چل گیا تھا کمزوری دکھائی تھی، لیکن ان کے علاوہ ہزاروں فدایان علیؓ اس وقت بھی سربکف جان دینے کے لیے آمادہ تھے خود قیس بن سعد جو حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش کے کماندار تھے، حضرت حسنؓ کے حکم پر حضرت معاویہؓ کا مقابلہ چھوڑ کر مدائن تو چلے آئے تھے، لیکن دستبرداری کے بعد کسی طرح امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے اوران سے مقابلہ کرنے کے لیے ہمہ تن آمادہ تھے اور اپنی ہم خیال جماعت سے جنگ کے لیے بیعت بھی لے لی تھی، لیکن آخر میں امیر معاویہؓ نے ان کے تمام مطالبات مان کر صلح کرلی۔[84][85]

## وفات

دستبرداری کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ آخری لمحہ حیات تک اپنے جد بزرگوار کے جوار میں خاموشی وسکون کی زندگی بسر کرتے رہے 50ھ میں کسی نے آپ کو زہر دے دیا (زہر کے متعلق عام طور پر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ امیر معاویہؓ کے اشارہ سے دیا گیا تھا، جو سراسر غلط ہے ) سم قاتل تھا، قلب وجگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرنے لگے، جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور زندگی سے مایوس ہو گئے، تو حضرت حسینؓ کو بلا کر ان سے واقعہ بیان کیا، انھوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا، فرمایا:نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ عرض کیا قتل کروں گا، فرمایا: اگر میرا خیال صحیح ہے تو خدا بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر غلط ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے اور زہر دینے والے کا نام بتانے سے انکار کر دیا، حضرت حسن کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی، اس لیے اپنی محترم نانی حضرت عائشہؓ صدیقہ سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی، انھوں نے خوشی کے ساتھ اجازت دے دی، اجازت ملنے کے بعد بھی احتیاطاًفرمایا کہ میرے مرنے کے بعد دوبارہ اجازت لینا ممکن ہے میری زندگی میں مروت سے اجازت دے دی ہو، اگر دوبارہ اجازت مل جائے تو روضۂ نبوی ﷺ میں دفن کرنا، مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنی اُمیہ مزاحم ہوں گے اگر مزاحمت کی صورت پیش آئے تو اصرار نہ کرنا اور جنت البقیع الغرقد کے گور غریباں میں دفن کر دینا۔[86] زہر کھانے کے تیسرے دن ضروری وصیتوں کے بعد باختلاف روایت ربیع الاول 49ھ یا 50ھ میں اس بوریہ نشین مسندِ بے نیازی نے اس دنیائے دنی کو خیرباد کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، وفات کے وقت 47 یا 48 سال کی عمر تھی۔ [87] [88][89][90]

## جنازہ پر جھگڑا

وفات کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کے مطابق دوبارہ حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگی، آپ نے پھر فراخدلی کے ساتھ مرحمت فرمائی (اس موقع پر بھی حرم نبوی ﷺ کے دشمنوں نے ایک روایت مشہور کردی ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ نے اجازت نہیں دی اور حضرت حسنؓ کے روضہ نبوی ﷺ میں دفن ہونے میں مزاحم ہوئیں مگر یہ روایت بھی امیر معاویہؓ کے شرائط کی طرح حضرت عائشہؓ کو بد نام کرنے کے لیے گھڑی گئی ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں) لیکن حضرت حسنؓ کا خطرہ بالکل صحیح نکلا، مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ حسنؓ کسی طرح روضۂ نبوی میں دفن نہیں کیے جا سکتے، ان لوگوں نے عثمانؓ بن عفان کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اورحسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں، یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا حضرت حسینؓ نے مقابلہ کرنا چاہا، مروان بھی لڑنے پر آمادہ ہو گیا اورقریب تھا کہ پھر ایک مرتبہ مدینہ کی زمین مسلمانوں کے خون سے لالہ زار بن جائے کہ اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ پہنچ گئے اور چلائے کہ یہ کیا ظلم ہے کہ ابن رسول اللہ ﷺ کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے، پھر حسینؓ سے کہا کہ اس کے لیے کشت وخون سے کیا فائدہ، حسنؓ کی وصیت بھول گئے کہ اگر خونریزی کا خطرہ ہو تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردینا اس پر حضرت حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اوربنی امیہ اوربنی ہاشم میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اس کے بعد سعید بن العاصؓ عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاش مبارک جنت البقیع میں حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں سپرد خاک کی گئی۔[91] حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ نبوی ﷺ کی بجائے بقیع کے گور غریباں میں دفن کیا جانا بھی آپ کے روحانی تصرف کا نتیجہ تھا جس پیکر صلح واشتی نے زندگی میں مسلمانوں کے خون کی قیمت پر دنیاوی جاہ و حشم حاصل کرنا پسند نہ کیا اور خونریزی سے بچنے کے لیے سلطنت وحکومت جیسی چیز کو ٹھکرا کر عزلت نشینی کی زندگی اختیار کی اس کے جسدِ خاکی نے مرنے کے بعد بھی یہ کرشمہ دکھایا کہ روضۂ نبوی ﷺ کے مقابلہ میں بقیع کے گور غریباں میں دفن ہوا، لیکن حرم نبوی ﷺ میں مسلمانوں کا خون نہ گرنے دیا، ورنہ اس قیمت پر جد امجد کے پہلو میں جگہ ملنی بہت آسان تھی۔ [92][93][94][95][96]

## مدینہ میں ماتم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی رحلت معمولی واقعہ نہ تھا ،بلکہ صلح و مسالمت کا ماتم تھا حلم و عفو کا ماتم تھا، صبر و تحمل کا ماتم تھا، استغناء وبے نیازی کا ماتم تھا، خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ کا ماتم تھا، اس لیے آپ کی وفات پر مدینہ میں گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی، بازار بند ہو گئے گلیوں میں سناٹا چھا گیا، بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک مہینہ تک سوگ منایا، حضرت ابوہریرہؓ مسجد میں فریاد وفغاں کرتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ لوگو! آج خوب رولو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا۔[97] جنازہ میں انسانوں کا اتنا ہجوم تھا کہ اس سے پہلے مدینہ میں کم دیکھنے میں آیا تھا، ثعلبہ بن ابی مالک جو مٹی میں شریک تھے راوی ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں اتنا ازدحام تھا کہ اگر سوئی جیسی مہین چیز بھی پھینکی جاتی تو کثرت ازدحام سے زمین پر نہ گرتی۔ [98] [99][100]

## حلیہ

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ صورت وسیرت دونوں میں آنحضرت ﷺ سے مشابہ تھے خصوصاًصورت میں بالکل ہم شبیہ تھے۔[101][102]

## ازواج کی کثرت

روایتوں میں ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نہایت کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اور اسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں طلاقوں کی کثرت کی وجہ سے لوگ آپ کو ''مطلاق'' کہنے لگے تھے، بعض روایتوں سے آپ کی ازواج کی تعداد نوے (90) تک پہنچ جاتی ہے، لیکن یہ روایتیں مبالغہ آمیز ہیں اس کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ آپ کے کل دس اولادیں تھیں اوریہ تعداد شادیوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شادیوں کی کثرت کی روایت مبالغہ سے خالی نہیں ہیں تاہم اس قدر مسلّم ہے کہ عام رواج سے زیادہ شادیاں کیں اس کثرت ازدواج وطلاق کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے کوفہ میں اعلان کر دیا تھا کہ انھیں کوئی اپنی لڑکی نہ دے ،لیکن عام مسلمانوں میں خانوادہ نبوی ﷺ سے رشتہ پیدا کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ حضرت علیؓ کی اس مخالفت کا کوئی اثر نہ ہوا اور ایک ہمدانی نے برملا کہا کہ ہم ضرور لڑکی دیں گے زیادہ سے زیادہ یہی نہ ہوگا کہ جو عورت انھیں پسند ہوگی اسے رکھیں گے ورنہ طلاق دیدیں گے۔[103][104]،[105]

## بی بیوں سے برتاؤ

لیکن جب تک کوئی عورت آپ کے حبالۂ عقد میں رہتی تھی اس سے بڑی محبت اور اس کی بڑی قدر افزائی فرماتے تھے،چنانچہ جب ناگزیر اسباب کی بنا پر کسی عورت سے قطع تعلق کرتے تھے، توآپ کے حسن سلوک اور محبت کی یاد برابر اس کے دل میں رہتی تھی ایک مرتبہ ایک فزاری اور ایک اسدی عورت کو رجعی طلاق دی اوران کی ولد ہی کے لیے دس دس ہزار نقد اور ایک ایک مشکیزہ شہد بھیجا اورغلام کو ہدایت کردی کہ اس کے جواب میں وہ جو کچھ کہیں اس کو یاد رکھنا فزاری عورت کو جب یہ خطیر رقم ملی تو اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلی اور بارک اللہ فیہ وجزاہ خیرا کہا لیکن جب اسدی عورت کو ملی تویہ تحفہ دیکھ کر اس کے دل پر چوٹ لگی اور بے اختیار یہ حسرت بھرا فراقیہ مصرع زبان سے نکل گیا: متاع قلیل من حبیب مفارق جدا ہونے والے دوست کے مقابلہ میں یہ متاع حقیر ہے غلام نے آکر یہ واقعہ بیان کیا توآپ نے اسدی عورت سے رجعت کرلی۔[106]،[107]

## زوجات و اولاد

حضرتؑ کی ازواج، اولاد اور داماد کے سلسلہ میں مختلف شیعہ و سنی معتبر کتابوں میں ذیل کی صورت میں تذکرہ ملتا ہے:

1۔ خولہ بنت منظور بن زیاد فزاری: ان سے 2 فرزند متولد ہوئے، ایک کا نام» محمد الاکبر « ہے جس کی بنا پر ہی آپ کی کنیت » ابو محمد« ہے اور دوسرے فرزند »حسن مثنی« کے نام سے موسوم ہیں جو روز عاشور کربلا میں زخمی ہوئے تھے۔

2۔ ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبد المطلب: جن کے بطن سے 4 اولاد جس میں 3 بیٹے اور ایک بیٹی متولد ہوئیں جو » محمد الاصغر، جعفر، حمزہ« اور »فاطمہ« ہیں۔

3۔ ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ بن عمر انصاری خزرجی: ان سے 3 فرزند یعنی 1 بیٹا اور 2 بیٹی متولد ہوئے جن کے نام »زید« اور »ام الحسن و ام الخیر« ہیں۔

4۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی : اس ملعونہ نے امام کو زہر سے شہید کیا، ابو بکر کی بہن کی بیٹی یعنی بھانجی تھی نیز اشعث بن قیس کندی رشتہ میں ابو بکر کے بہنوئی لگتے ہیں ان سے متولد ہونے والی اولاد 2 ہوتی ہیں جن کا نام »اسماعیل اور یعقوب« تھا۔

5۔ زینب بنت سُبَیع بن عبد اللہ ۔[108] ان کے بطن سے 1 بیٹا ہی متولد ہوا ہے جن کا نام »عبد اللہ الاصغر« تھا۔

6۔ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمی: ان سے بھی 1 بیٹا ہی متولد ہوا ہے جن کا نام »طلحہ« رکھا گیا تھا۔

7۔ کنیز یعنی ام ولد بنام قیلہ: اس کنیز سے 3 بیٹے »قاسم، عبد اللہ اور ابو بکر «[109] نامی متولد ہوئے ہیں نیز یہ تینوں ہی کربلا کے میدان میں امام حسینؑ کی تحریک عاشورا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

8۔ کنیز یعنی ام ولد ظمیاء: ان کے بطن سے بھی 3 اولاد یعنی 2 بیٹے اور 1 بیٹی متولد ہوتے ہیں جن کے نام »حسین الاثرم، عبد الرحمن« اور »ام سلمہ« ہیں۔

9۔ ایک کنیز یعنی ام ولد: ان کے بطن سے بھی 1 بیٹا ہی جن کا نام» عمرو« ہوتا ہے متولد ہوئے۔

10۔ ایک کنیز یعنی ام ولد بنام صافیہ: ان کے بطن سے بھی 1 بیٹی متولد ہوئی ہے جنھیں »ام عبد الرحمن یا ام عبد اللہ« کہا جاتا ہے اور یہی معظمہ امام محمد باقرؑ کی مادر گرامی ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ہمیں اولاد میں بیٹوں کی تعداد 16 قرار پاتی ہے اور بیٹیوں کی تعداد 5 ہی افراد پر مشتمل اور 6 ازواج اور 4 کنیزیں یعنی ام ولد پر خاندان تشکیل پاتا ہے۔

بعض مورخین نے توآنحضرتؑ کی ازواج میں »«ہند اور عائشہ خشعمیہ» کے نام درج کیے ہیں ممکن ہے کہ آنحضرتؑ کی مزید زوجات بھی ہو ں مگر تاریخ کی کتابوں میں بہت زیادہ تلاش و جستجو کے باوجود 18 ازواج سے زائد نام نہیں مل سکے۔

بعض ازواج کے نام تو کتابوں میں درج نہیں ہیں مگر صرف»« فلاں قبیلہ» کی ایک خاتون کے عنوان سے تذکرہ ملتا ہے۔ ہم انھیں مختصراً ذیل میں تحریر کر رہے ہیں:

1۔ ہند بنت عبد الرحمن بن ابی بکر[110] یا حفصہ[111]

2۔ بنی ثقیف کے خاندان کی ایک خاتون[112]

3۔ قبیلہ بنی کلاب کی ایک خاتون

4۔ ہند بنت سہیل بن عمرو[113]

5۔ علقمہ بن زرارہ کے خاندان کی ایک خاتون۔[114]

6۔ قبیلہ عمرو بن ابراہیم یا اہیم منقری کی ایک خاتون[115]

7۔ قبیلہ بنی شیبان کے ہمام بن مرہ کی ایک خاتون[116][117]

8۔ خولہ بنت منظور بن زیاد فزاری، حسن مثنیٰ کی ماں ہیں۔[118]

9۔ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تیمی[119]

10۔ ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ بن عمر انصاری خزرجی[120]

11۔ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی[121][122]

12۔ ام کلثوم بنت فضل بن عباس بن عبد المطلب[123]

13۔ نفیلہ ام ولد یا رملہ، جناب قاسم بن حسنؑ کی ماں ہیں۔[124]

14۔ زینب بنت سُبیع بن عبد اللہ[125][126]

15۔ عائشہ خثعمیہ[127][128]

16۔ ام رباب بنت امرء القیس بن عدی

17۔ صافیہ، ام ولد

18۔ شہر بانو

دامادوں کی تعداد

امام حسنؑ کی ازواج کی تعداد تاریخ اور روایات کی کتابوں میں درج ذیل ہیں:

1۔ 70 بیویاں تھیں۔[129]

2۔ 250 یا 300 ازواج تھیں۔[130]

3۔ 90 زوجات تھیں۔[131]

4۔ 50 بیویاں تھیں۔[132]

اتنی بڑی تعداد میں ازواج کا تذکرہ کرنے کے باوجود کم از کم یہی مقام و محل ہے کہ ان کی بیٹیوں کی تعداد بھی 50 عدد تو ہونا ہی چاہیے اور اسی کے اعتبار سے دامادوں کے ناموں کا بھی تذکرہ ہونا ہی چاہیے تھا لیکن ہمیں کتابوں میں تلاش بسیار کے بعد صرف 3 دامادوں کا ہی تذکرہ نام بنام ملتا ہے جنھیں ہم ذیل میں رقم کر رہے ہیں:

1۔ ام عبد اللہ فاطمہ بنت حسنؑ کے شوہر امام زین العابدین

2۔ امّ الحسن بنت حسن ؑکے شوہر عبداللہ بن زبیر

3۔ امّ سلمہ بنت حسن ؑکے شوہر عمرو بن منذر

ان بیویوں سے آٹھ لڑکے تھے، حسن خولہ بنت منظور کے بطن سے، زید ام بشیر بنت ابو مسعود انصاریؓ کے بطن سے اور عمر، قاسم، ابوبکر، عبد الرحمن، طلحہ اور عبید اللہ مختلف بیویوں سے تھے۔ ابن قتیبہ نے کل تعداد چھ لکھی ہے جن میں دو لڑکیاں بھی ہیں، ام حسن اورام اسحق۔[133] .[134][135] .[136]

## ذریعہ معاش

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری عمر نہایت فراغت ،بلکہ عیش کے ساتھ زندگی بسر کی حضرت عمرؓ نے جب صحابہؓ کرام کے وظائف مقرر کیے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پانچ ہزار ماہوار مقرر کیا، توآپ کے ساتھ حضرت حسنؓ کا بھی جو اگرچہ اس زمرہ میں نہ آتے تھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے لحاظ سے پانچ ہزار ماہوار مقرر فرمایا جو انھیں برابر ملتا رہا،[137] حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ وظائف برابر جاری رہے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علیؓ خود ہی خلیفہ مقرر ہوئے آپ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ کے حق میں دست برداری کے وقت ہواز کا پورا خراج اپنے لیے مخصوص کرالیا تھا، اس لیے شروع سے آخرتک آپ نے بڑی راحت و آرام کی زندگی بسر فرمائی۔[138]، [139]

## فضل و کمال

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی ظاہر ہے کہ اتنی سی عمر میں براہ راست فیضانِ نبوی سے زیادہ بہرہ یاب ہونے کا کیا موقع مل سکتا ہے تاہم آپ جس خانوادہ کے چشم و چراغ تھے اورجس باپ کے آغوش میں تربیت پائی تھی وہ علوم مذہبی کا سر چشمہ اور علم و عمل کا مجمع البحرین تھا اس لیے قدرۃ اس آفتابِ علم کے پرتو سے حسنؓ بھی مستفید ہوئے ، چنانچہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ میں جو جماعت علم و افتاء کے منصب پر فائز تھی اس میں ایک آپ کی ذاتِ گرامی بھی تھی البتہ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔ فضائل و مناقب:آپ کے فضل و کمال کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ خاندان نبوت کے چشم و چراغ ہیں، شیر خدا اور سیدۂ کائنات کے نور نظر ہیں اور نبوی تعلیم و تربیت نے آپ کے اخلاق و کردار اور شخصیت کو اس قدر نکھارا تھا کہ اس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ایسی روایات کثرت کے ساتھ موجود ہیں جن میں آپ کی عظمت و رفعت جلی حرفوں میں ثبت ہے۔ کچھ روایات ذیل میں ملاحظہ ہوں:
آپ سے سرکار صلی اللہ علیہ و سلم کہ محبت: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مجھے اور حسن کو گود میں لیتے اور یوں دعا کرتے "اے میرے اللہ بلا شبہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، لہذا تو بھی انھیں محبوب رکھ۔[140]

**آپ سردار ہیں:** حضرت ابو بکرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم منبر پر جلوہ افروز تھے جبکہ حسن آپ کے پہلو میں کھڑا تھا جو کبھی لوگوں کو دیکھتا اور کبھی آپ کو، اتنے میں رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا "بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔[141]

## شبیہ مصطفی صلی اللہ علیہ و سلم

1: حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حسن کو گود میں لے کر فرمایا" میرے والد کی قسم، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کا ہمشکل ہے، علی کا ہمشکل نہیں، یہ سن کر سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم مسکرانے لگے۔[142]

2:امام زھری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے مشابہ نہ تھا۔[143] **منفرد نام:** حضرت مفضل فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حسن اور حسین کے ناموں کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے فرزندوں کے وہ نام رکھے۔[144]

**کتنا اچھا سوار:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم حسن کو اپنے مبارک کندھے پر لے کر باہر نکلے، یہ دیکھ کر ایک شخص نے کہا"اے لڑکے کتنی اچھی سواری ہے ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا "اور کتنا اچھا سوار ہے !"[145]

**آپ جنتی نوجوانوں کے سردار:** حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا"حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں"[146]

آپ ریحانۃ الرسول صلی اللہ علیہ و سلم ہیں:پیارے آقا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن اور حسین میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔[147]

**حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے محبوب ترین:** حضور علیہ الصلوۃ و السلام سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے اہل بیت میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ پیارے آقا صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا "حسن اور حسین" اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنھا سے فرماتے کہ میرے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر لاؤ پھر ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے جسم اطہر سے چمٹا لیتے۔[148][149][150][151][152]، [153]، [154]

## حدیث

آپ کی مرویات کی تعداد کل تیرہ ہے اور ان میں سے بھی زیادہ تر حضرت علیؓ اور ہند سے مروی ہیں،[155] آپ کے زمرۂ رواۃ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ، حسن بن حسنؒ، عبد اللہ، ابو جعفرؒ، جبیر بن نضیر، عکرمہ، محمد بن سیرین اور سفیان بن لیل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[156][157]

## خطابت

مذہبی علوم کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس زمانہ کے مروجہ فنون میں بھی درک تھا خطابت اورشاعری اس زمانہ کے بڑے کمالات تھے، حضرت حسنؓ عرب کے اخطب الخطباء کے فرزند تھے، اس لیے خطابت آپ کو ورثے میں ملی تھی اور آپ میں بچپن ہی سے خطابت کا مادہ تھا، اس زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے آپ سے کہا کہ تم خطبہ دو، میں اس کو سنوں، حضرت حسنؓ نے کہا، آپ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے، یہ سن کر حضرت علیؓ آڑ میں چلے گئے اور حضرت حسنؓ نے کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا، حضرت علیؓ نے سن کر فرمایا کیوں نہ ہو بیٹے میں باپ کا اثر ہوتا ہی ہے[158] خطابت کا یہ کمال عمر کے ساتھ ساتھ اور ترقی کرتا گیا اور آپ کے خطبات فصاحت و بلاغت کے ساتھ اخلاق و حکمت اورپند وموعظت کا دفتر ہیں، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد خطبات دیے ہیں ان میں سے ایک نمونۃً نقل کیا جاتا ہے، اس سے آپ کی خطابت کا پورا اندازہ ہوگا۔[159] فقال بعد حمد اللہ عز وجل: إنا واللہ ما ثنانا عن أهل الشام شك ولا ندم، وإنما كنا نقاتل أهل الشام بالسلامة والصبر، فسلبت السلامة بالعداوة، والصبر بالجزع، وكنتم في منتدبكم إلى صفين ودينكم أمام دنياكم، فأصبحتم اليوم ودنياكم أمام دينكم، ألا وإنا لكم كما كنا، ولستم لنا كما كنتم، ألا وقد أصبحتم بين قتيلين: قتيل بصفين تبكون له، وقتيل بالنهروان تطلبون بثأره، فأما الباقي فخاذل، وأما الباكي فثائر، ألا وإن معاوية دعانا إلى أمر ليس فيه عز ولا نصفة، فإن أردتم الموت رددناه عليه، وحاكمناه إلى اللہ عز وجل بظبا السيوف، وإن أردتم الحياة قبلناه وأخذنا لكم الرضا[160] حمد الٰہی کے بعد آپ نے یہ تقریر کی کہ ہم کسی شک و شبہ یا شرم و ندامت کی وجہ سے شامیوں کے مقابل سے نہیں لوٹ آئے ،بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ پہلے ہم شامیوں سے صاف دلی اور صبر کے ساتھ جنگ کرتے تھے ، لیکن اب وہ حالت باقی نہیں رہی صاف دلی کی جگہ عداوت نے اورصبر وثبات کی جگہ بے چینی نے لے لی، صفین میں جب تم لوگ بلائے گئے تھے تو تمھارا دین تمھاری دنیا پر مقدم تھا اور اب حالت اس کے برعکس ہے ہم اب بھی تمھارے لیے ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے ، لیکن تم ہمارے لیے ویسے نہیں رہے جیسے پہلے تھے، ہاں اب تمھارے سامنے دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن کے لیے تم رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو ، لیکن رونے والا بدلہ پاگیا اورباقی ناکام رہے گا، معاویہؓ ہمیں ایسے امر کی طرف بلاتے ہیں جو عزت اور انصاف دونوں کے خلاف ہے پس اب اس کا فیصلہ تمھاری رائے پر ہے اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم اس کو معاویہؓ ہی کی طرف لوٹا دیں اور تلواروں کی دھار کے ذریعہ سے خدا سے اس کا فیصلہ چاہیں اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو ہم اسے بھی منظور کریں اور تمھارے لیے رضا حاصل کریں۔ [161][162][163][164][165]

## شاعری

شعر و شاعری کا بھی آپ ستھر امذاق رکھتے تھے اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے ، لیکن جس میں مبالغہ اور خرافات کی بجائے اخلاقی اور حکیمانہ خیالات ہوتے، ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپ کا ایک شعر اس واقعہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ خضاب لگا کر باہر نکلے اور ارشاد فرمایا:[166] نسو داعلاھا ونابی اصولھا فلیت الذی یسورمنھا ھوالاصل شعر و شاعری کا بھی آپ ستھر امذاق رکھتے تھے اور خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے ، لیکن جس میں مبالغہ اور خرافات کی بجائے اخلاقی اور حکیمانہ خیالات ہوتے، ابن رشیق نے کتاب العمدہ میں آپ کا ایک شعر اس واقعہ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ خضاب لگا کر باہر نکلے اور ارشاد فرمایا:[167] [168][169]

## حکیمانہ اقوال

ان کے علاوہ تاریخوں میں بکثرت آپ کے حکیمانہ مقولے ملتے ہیں جن میں ہر مقولہ بجائے خود دفتر نکات ہے ان میں سے بعض مقولے یہاں پر نقل کیے جاتے ہیں ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ زندگی بسر کرنے کے اعتبار سے سب سے اچھی زندگی کون بسر کرتا ہے ؟ فرمایا جو اپنی زندگی میں دوسروں کو بھی شریک کرے، پھر پوچھا سب سے بری زندگی کس کی ہے ؟ فرمایا جس کے ساتھ کوئی دوسرا زندگی نہ بسر کرسکے، فرماتے تھے کہ ضرورت کا پورا نہ ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کے لیے کسی نااہل کی طرف رجوع کیا جائے، ایک شخص نے آپ سے کہا مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے فرمایا اس لیے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لیے خوفزدہ ہونے کی بجائے مسرور ہوتے، فرماتے تھے کہ ”مکارم اخلاق دس

ہیں، زبان کی سچائی، جنگ کے وقت حملہ کی شدت، سائل کو دینا، حسن خلق، احسان کا بدلہ دینا، صلہ رحم، پڑوسی کی حفاظت وحمایت، حق دار کی حق شناسی، مہمان نوازی اوران سب سے بڑھ کر شرم وحیا، امیر معاویہؓ اکثر آپ سے اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے تھے اورحکومت کے بارہ میں مشورہ لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان سے کہا ابو محمد! آج تک مجھ سے تین باتوں کے معنی کسی نے نہیں بتائے، آپ نے فرمایا کونسی باتیں، معاویہؓ نے کہا مروۃ، کرم اور بہادری، آپ نے جواب دیا مروۃ کہتے ہیں انسان کو اپنے مذہب کی اصلاح کرنا اپنے مال کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنا اوراسے برمحل صرف کرنا، سلام زیادہ کرنا، لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا اور کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا، احسان و سلوک کرنا، برمحل کھلانا پلانا، بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا، آڑے وقتوں میں اس کی حمایت وامداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں، فرمایا جو سلیمان بن داؤد نے بتائے ہیں، امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا بتائے ہیں، فرمایا انھوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم کو معلوم ہے بادشاہ پر ملک داری کے کیا فرائض ہیں جس سے اس کو نقصان نہ پہنچے، ظاہر و باطن میں خدا کا خوف کرے، غصہ اور خوشی دونوں میں عدل وانصاف کرے، فقر اور دولت مندی دونوں حالتوں میں میانہ روی قائم رکھے، زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بے جا صرف کرے، جب تک وہ ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک اس کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ [170][171]

## اخلاق و عادات

شبیہ رسول حضرت حسنؓ کا لقب تھا یہ مشابہت محض ظاہری اعضا و جوارح تک محدود نہ تھی،بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات باطنی اور معنوی لحاظ سے بھی اسوۂ نبوی ﷺ کا نمونہ تھی، یوں تو آپ تمام مکارم اخلاق کا پیکر مجسم تھے، لیکن زہد ورع دنیاوی جاہ وچشم سے بے نیازی اور بے تعلقی آپ کا ایسا خاص اور امتیازی وصف تھا جس میں آپ کا کوئی حریف نہیں۔[172]

## استغناء و بے نیازی

درحقیقت جس استغنا اور بے نیازی کا ظہور آپ کی ذات گرامی سے ہوا وہ نوعِ انسانی کے لیے ایک معجزہ ہے عموماً قصر سلطنت کی تعمیر انسانی خون سے ہوتی ہے، لیکن حضرت حسنؓ نے ایک ملتی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو محض چند انسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا غالباً تاریخ ایسی مثالیں کم پیش کرسکتی ہے، اگر شیخین کے بعد کی اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اس کا صفحہ صفحہ مسلمانوں کے خون سے رنگین نظر آئے گا اوراب بھی تک عرب کی زمین مسلمانوں کا خون چاہتی تھی، لیکن یہ فخر صرف حضرت حسنؓ کی ذات کے لیے مقدر ہو چکا تھا کہ وہ سلطنت و حکومت کو ٹھکرا کر امت مسلمہ کو تباہی سے بچائیں اور آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کو پورا فرمائیں گے، "ان ابنی ھذا سید یصلح اللہ بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" میرا یہ لڑکا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا یا الخلافۃ بعدی ثلثون میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی، حساب سے یہ مدت ٹھیک حضرت حسنؓ کی دست برداری کے وقت پوری ہوتی ہے۔ [173][174]

## خلافت کیوں چھوڑی؟

بعض ظاہر بینوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ حضرت حسنؓ نے اپنی فوج کی کمزوری سے مجبور ہو کر امیر معاویہؓ سے صلح کر لی اور کچھ واقعات بھی اس خیال کی تائید میں مل جاتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ نے یہ جلیل القدر منصب محض مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے ترک نہیں کیا، گویہ صحیح ہے جس فوج کو لے کر آپ مقابلہ کے لیے نکلے تھے، اس میں کچھ منافق بھی تھے، جنھوں نے عین موقع پر کمزوری دکھائی مگر اس فوج میں بہت سے خارجی العقیدہ بھی تھے، جو آپ کی حمایت میں امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے ، چنانچہ جب انھوں نے مصالحت کا رنگ دیکھا تو آپ کی تکفیر کرنے لگے۔[175] خود عراق میں چالیس بیالیس ہزار کوفی جنھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کے لیے تیار تھے[176] عراق تو عراق سارا عرب آپ کے قبضہ میں تھا، مصالحت وغیرہ کے بعد ایک مرتبہ بعض لوگوں نے آپ کو خلافت کی خواہش سے متہم کیا، آپ نے فرمایا کہ عرب کے سر میرے قبضہ میں تھے جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ بھی کرتے اور جس سے میں جنگ کرتا اس سے وہ لڑتے ، لیکن اس کے باوجود میں نے خلافت کو خالصۃً للہ اورامت محمدی کی خونریزی سے بچنے کے لیے چھوڑا۔[177] خود آپ کی فوج میں ان چند منافقوں کے علاوہ جنھوں نے بعض مخفی اثرات سے عین وقت پر دھوکا دیا تھا، باقی پوری فوج کٹنے مرنے پر آمادہ تھی، ابو عریق راوی ہیں کہ ہم بارہ ہزار آدمی حضرت حسنؓ کے مقدمۃ الجیش میں کٹنے اور مرنے کے لیے تیار تھے اور شامیوں کی خون آشامی کے لیے ہماری تلواروں کی دھاروں سے خون ٹپک رہا تھا، جب ہم لوگوں کو صلح کی خبر معلوم ہوئی تو شدت غضب ورنج سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری کمر ٹوٹ گئی، صلح کے بعد جب حسنؓ کوفہ آئے تو ہماری جماعت کے ایک شخص ابو عامر سفیان نے غصہ میں کہا "السلام علیک یا مذلل المومنین" مسلمانوں کے رسوا کرنے والے السلام علیک، اس طنزیہ اور گستاخانہ سلام پر اس صبر و تحمل کے پیکر نے جواب دیا، ابو عامر

ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو رسوا نہیں کیا البتہ ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں کی۔[178] امام نووی لکھتے ہیں کہ چالیس ہزار سے زیادہ آدمیوں نے حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور وہ سات مہینہ حجاز، یمن، عراق اور خراسان وغیرہ پر حکمران رہے اس کے بعد معاویہؓ شام سے ان کے مقابلہ کو نکلے جب دونوں قریب ہوئے تو حضرت حسنؓ کو اندازہ ہوا کہ جب تک مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کام نہ آجائے گی اس وقت تک کسی فریق کا غلبہ پانا مشکل ہے، اس لیے چند شرائط پر آپ امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے اور اس طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ظاہر ہو گیا کہ میرا یہ لڑکا سید ہے اور خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں میں صلح کرائے گا۔ شیعان علیؓ اس صلح کو جس نظر سے دیکھتے تھے اور اس کے بارہ میں ان کے جو جذبات تھے ان کا اندازہ ان خطابات سے ہو سکتا ہے جس سے وہ اس سردار خلد برین کو مخاطب کرتے تھے "مذل المومنین" مسلمانوں کو رسوا کرنے والے "مسود وجوہ المسلمین" مسلمانوں کو روسیاہ کرنے والے، "عارالمومنین" ننگ مسلمین یہ وہ خطابات تھے جن سے حضرت حسنؓ کو خطاب کیا جاتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ صلح اور دستبرداری کو کس درجہ ناپسند کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت حسنؓ ایسے امن پسند، صلح جو نرم خو تھے کہ انھوں نے اول یوم ہی سے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر بلا کسی خونریزی کے انھیں ان کی جگہ مل گئی تو لے لیں گے ورنہ اس کے لیے مسلمانوں کا خون نہ بہائیں گے، طبری کا بیان ہے کہ حسنؓ کے ساتھ چالیس ہزار آدمی تھے، لیکن آپ جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے ،بلکہ آپ کا خیال تھا کہ امیر معاویہؓ سے کچھ مقرر کرا کے دستبردار ہو جائیں۔ چنانچہ جس وقت آپ نے عراقیوں سے بیعت لی تھی، اسی وقت اس عزم کو اشارۃ ظاہر فرمادیا تھا، زہری لکھتے ہیں کہ امام حسنؓ نے اہل عراق سے بیعت لیتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ تم کو پورے طور سے میری اطاعت کرنی ہوگی، یعنی جس سے میں لڑوں گا اس سے لڑنا ہوگااور جس سے صلح کروں گا اس سے صلح کرنی پڑیگی اس شرط سے عراقی اسی وقت کھٹک گئے تھے کہ آپ آئندہ جنگ و جدال ختم کر دیں گے ،چنانچہ اسی وقت ان لوگوں نے آپس میں کہا تھا کہ ہمارے خیال کے آدمی نہیں اور لڑنا نہیں چاہتے، اس کے چند روز بعد آپ کو زخمی کر دیا گیا۔ حضرت حسنؓ نے اپنے گھر والوں پر بھی یہ خیال ظاہر فرما دیا تھا، ابن جعفر کا بیان ہے کہ صلح کے قبل میں ایک دن حسنؓ کے پاس بیٹھا تھا جب چلنے کا ارادہ سے اٹھا تو انھوں نے میرا دامن کھینچ کر بٹھا لیا، اورکہا میں نے ایک رائے قائم کی ہے امید ہے کہ تم بھی اس سے اتفاق کرو گے، ابن جعفر نے پوچھا کونسی رائے ہے؟ فرمایا میں خلافت سے دستبردار ہوکر مدینہ جانا چاہتا ہوں کیونکہ فتنہ برابر بڑھتا جاتا ہے، خون کی ندیاں بہہ چکی ہیں، عزیز کو عزیز کا پاس نہیں ہے، قطع رحم کی گرم بازاری ہے، راستے خطرناک ہو رہے ہیں، سرحدیں بے کار ہو گئی ہیں، ابن جعفرؓ نے جواب دیا، خدا آپ کو امت محمدی کی خیر خواہی کے صلہ میں جزائے خیر دے، اس کے بعد آپ نے حسینؓ کے سامنے یہ رائے ظاہر کی، انھوں نے کہا، خدا را علیؓ کو قبر میں جھٹلا کر معاویہؓ کی سچائی کا اعتراف نہ کیجئے، آپ نے یہ سن کر حسینؓ کو ڈانٹا کہ تم شروع سے آخرتک برابر میری ہر رائے کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہو، خدا کی قسم میں طے کرچکا ہوں کہ تم کو فاطمہؓ کے گھر میں بند کرکے اپنا ارادہ پورا کروں گا، حسینؓ نے بھائی کا لہجہ درشت دیکھا تو عرض کیا آپ علیؓ کی اولاد اکبر اور میرے خلیفہ ہیں، جو رائے آپ کی ہوگی وہی میری ہوگی، جیسا مناسب فرمائے کیجئے اس کے بعد آپ نے دستبرداری کا اعلان کیا۔[179] ان واقعات سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ خلافت سے دستبرداری میں فوج کی کمزوری وغیرہ کا چنداں سوال نہ تھا، بلکہ آپ کو اس کا یقین ہو گیا تھا کہ بغیر ہزاروں مسلمانوں کے خاک وخون میں تڑپے ہوئے کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا اور جنگ جمل سے لے کر برابر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہتی چلی آرہی ہیں، اس لیے آپ نے اسے روکنے کے لیے خلافت کو خیر باد کہہ کر مدینہ کی عزلت نشینی اختیار فرمائی: فجزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزاء [180][181]، [182][183]

## اصلاح عقائد

مذہب کی بنیاد صحت عقائد پر ہے، اس میں فتور پیدا ہونے سے مذہب کی پوری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے، حضرت حسنؓ کو عقیدہ کی درستی اور اس کی اصلاح کا ہمیشہ خیال رہا اس بارہ میں آپ نہایت سختی سے کام لیتے تھے شیعیان علی میں ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ نے عام انسانوں کی طرح وفات نہیں پائی، اوروہ قیامت سے پہلے ہی زندہ ہو جائیں گے، حضرت حسنؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا، یہ لوگ جھوٹے ہیں، خدا کی قسم ایسے لوگ کبھی شیعہ نہیں ہو سکتے اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ عنقریب ظاہر ہوں گے تو نہ ان کی میراث تقسیم کرتے نہ ان کی عورتوں کا عقد ثانی کرتے۔[184][185]، [186]

## عبادت

عبادت الٰہی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور وقت کا بڑا حصہ آپ اس میں صرف فرماتے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک شخص سے آپ کے حالات دریافت کیے اس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں، پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اورآنے جانے والوں سے ملتے ہیں دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے کو جاتے ہیں، پھر گھر ہوکر مسجد چلے آتے ہیں۔[187] مکہ کے زمانہ قیام میں معمول تھا کہ عصر کی نماز خانہ کعبہ میں باجماعت ادا کرتے تھے نماز کے بعد طواف میں مشغول ہو جاتے، ابو سعید راوی ہیں کہ حسنؓ و حسینؓ نے امام کے ساتھ نماز پڑھی، پھر حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف کے سات پھیرے کیے اور دو رکعت نماز پڑھی لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ دونوں خانوادہ نبوی کے چشم و چراغ ہیں تو شاقانِ جمال چاروں طرف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور بھیڑ کی وجہ سے راستہ رک گیا حضرت حسینؓ اس ہجوم میں گھر گئے، حضرت حسنؓ نے ایک، رکانی کی مدد سے انھیں ہجوم

سے چھڑایا، ایک تختی پر سورہ کہف لکھوائی تھی روزانہ سوتے وقت اسے تلاوت فرماتے اور بیویوں کے پاس ساتھ لے جاتے۔[188] ہر طرح کی سواریاں رکھتے ہوئے پاپیادہ حج کرتے تھے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ امام حسنؓ نے متعدد حج پاپیادہ کیے، فرماتے تھے کہ مجھے خدا سے حجاب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ملوں اور اس کے گھر پاپیادہ نہ گیا ہوں۔[189] [190][191]

## صدقات و خیرات

صدقہ وخیرات اور فیاضی و سیر چشمی آپ کا خاندانی وصف تھا لیکن جس فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں اپنی دولت اور مال و متاع لٹاتے تھے اس کی مثالیں کم ملیں گی، تین مرتبہ اپنے کل مال کا آدھا حصہ خدا کی راہ میں دے دیا اور تنصیف میں اتنی شدت کی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا۔[192] ایک مرتبہ ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لیے دعا کر رہا تھا، آپ نے سن لیا گھر جاکر اس کے پاس دس ہزار نقد بھجوا دیے[193] آپ کی اس فیاضی سے دوست ودشمن یکساں فائدہ اٹھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص مدینہ آیا، یہ حضرت علیؓ کا دشمن تھا اس کے پاس زاد راہ اور سواری نہ تھی، اس نے مدینہ والوں سے سوال کیا کسی نے کہا یہاں حسنؓ سے بڑھ کر کوئی فیاض نہیں ان کے پاس جاؤ،چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے سواری اور زادراہ دونوں کا انتظام کرا دیا لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایسے شخص کے ساتھ کیوں سلوک کیا جو آپ اور آپ کے والد بزرگوار دونوں سے بغض رکھتا ہے فرمایا کیا اپنی آبرو نہ بچاؤں۔[194] لیکن آپ کی دولت سے وہی لوگ متمتع ہوتے تھے جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑی رقم فقرا اور مساکین کے لیے جمع کی، حضرت علی نے اس کی تقسیم کا اعلان کر دیا لوگ سمجھے کہ اعلان صلائے عام ہے، اس لیے جوق درجوق جمع ہونے لگے، آدمیوں یہ بھیڑ دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اعلان کیا کہ یہ رقم صرف فقراء و مساکین کے لیے ہے اس اعلان پر تقریباً آدھے آدمی چھٹ گئے اور سب سے پہلی ں اشعث بن قیس نے حصہ پایا۔[195] [190][196] .[197]

## خوش خلقی

اس فیاضی کے ساتھ آپ حد درجہ خوش خلق بھی تھے، اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت پوری فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص حضرت حسینؓ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر گیا، آپ معتکف تھے، اس لیے معذرت کر دی، یہاں سے جواب پاکر وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، آپ بھی متعکف تھے مگر اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت پوری کر دی، لوگوں نے کہا حسینؓ نے تو اس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا فرمایا خدا کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت پوری کر دینا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔[198] ایک دن آپ طواف کر رہے تھے، اسی حالت میں ایک شخص نے آپ کو اپنی کسی ضرورت کے لیے ساتھ لیجانا چاہا، آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور جب اس کی ضرورت پوری کرکے واپس ہوئے تو کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ چلے گئے؟ فرمایا آنحضرت صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے اور اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو جانے والے کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر نہیں پوری ہوتی تو بھی ایک عمرہ کا ایسی صورت میں کسی طرح نہ جاتا، میں نے طواف کی بجائے پورے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا اور پھر واپس ہوکر طواف بھی پورا کیا۔[199] .[200]

## ضبط و تحمل

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "حسنؓ کو میرا علم اور میری صورت ملی ہے، حضرت حسنؓ کی ذات اس ارشاد گرامی کی مجسم تصدیق تھی جو دستبرداری کے حالات میں اوپر گذر چکا ہے کہ ناآشنائے حقیقت آپ کو کن کن نازیبا کلمات سے خطاب کرتے تھے کوئی مذلل المومنین" کوئی "مسود وجوہ المومنین "کوئی "عارالمومنین" کہتا لیکن اس پیکر علم کی جبین پر شکن نہ پڑتی اورنہایت نرمی سے جواب دیتا کہ میں ایسا نہیں ہوں، البتہ ملک کی طمع میں مسلمانوں کی خونریزی نہیں پسند کی۔ مروان جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر برسر عام حضرت علیؓ پر شب وشتم کرتا تھا، حضرت حسنؓ اس کی گستاخیوں کو اپنے کانوں سے سنتے اور خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیتے، ایک مرتبہ اس نے ایک شخص کو زبانی نہایت فحش باتیں کہلا بھیجیں، آپ نے سن کر صرف اس قدر جواب دیا کہ اس سے کہہ دینا کہ خدا کی قسم میں تم کو گالی دے کر تم پر سے دشنام دہی کا داغ نہ مٹاؤں گا، ایک دن ہم تم دونوں خدا کے حضور میں حاضر ہوں گے، اگر تم سچے ہو تو خدا تمھیں تمھاری سچائی کا بدلہ دیگا، اوراگر جھوٹے ہو تو وہ بڑا منتقم ہے، ایک مرتبہ حضرت حسنؓ اور مروان میں کچھ گفتگو ہورہی تھی، مروان نے رُودر رُو نہایت درشت کلمات استعمال کیے ،لیکن آپ سُن کر خاموشی سے پی گئے۔ اس غیر معمولی ضبط و تحمل سے مروان جیسے شقی اور سنگدل پر بھی اثر تھا،چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ پر روتا تھا، حضرت حسینؓ نے کہا اب کیوں روتے ہو، تم نے ان کے ساتھ کیا کیا نہ کیا اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے کہا میں نے جو کچھ کیا وہ اس سے زیادہ حلیم وبرد بار کے ساتھ کیا۔[201] آپ کی زبان کبھی کسی تلخ اورفحش کلمہ سے آلودہ نہیں

ہوئی، انتہائی غصہ کی حالت میں بھی وہ "رغف انفہ" یعنی تیری ناک خاک آلود ہو، اس سے زیادہ نہ کہتے تھے جو عربی زبان میں بہت معمولی بات ہے، امیر معاویہؓ کا بیان ہے کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے زیادہ سخت کلامی کا نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ان میں اور عمرو بن عثمانؓ میں ایک زمین کے بارہ میں جھگڑا ہو گیا، انھوں نے ایک مفاہمت کی صورت پیش کی، مگر عمرو اس پر رضا مند نہ ہوئے، ان کے انکار پر حسنؓ کو غصہ آگیا اور انھوں نے جھلا کر کہا"لیس لہ عندنا الامار غف انفہ"۔ .[202][203]

## کتاب الفضائل

یوں تو حضرت حسنینؓ کی ذات گرامی مجمع الفضائل تھی، لیکن آنحضرت ﷺ کی غیر معمولی محبت وشفقت آپ کی فضیلت کا نمایاں باب ہے، کتب احادیث وسیر کے ابواب الفضائل ان دونوں کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ فضائل نقل کیے جاتے ہیں، ،چنانچہ آنحضرت ﷺ کو دونوں بھائیوں کے ساتھ یکساں محبت تھی، اس لیے بعض امتیازی اور انفرادی فضائل کے علاوہ عموماً اور بیشتر دونوں کے فضائل اس طرح مشترک ہیں کہ ان دونوں کا جدا کرکے لکھنا مشکل ہے، اس لیے دونوں کے فضائل لکھ دیلے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اپنے تمام اہل بیت میں حضرت حسنینؓ سے بہت زیادہ محبت تھی، حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اہل بیت میں مجھ کو حسنؓ و حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔[204] آپ خدا سے بھی اپنے ان محبوبوں کے ساتھ محبت کرنے کی دعا فرماتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو آپ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا، بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے چمٹ گئے آپ نے فرمایا، خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لیے تو بھی انھیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔[205] دوسری روایت میں ان کا بیان ہے کہ اس شخص (حسنؓ) کو اس وقت سے میں محبوب رکھتا ہوں، جب سے میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا، یہ ریش مبارک میں انگلیاں ڈال رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر فرماتے تھے کہ خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں، اس لیے تو بھی محبوب رکھ۔[206] عبادت کے موقع پر بھی حسنؓ وحسین کو دیکھ کر ضبط نہ کرسکتے تھے، ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حسنؓ و حسینؓ سرخ قمیض پہنے ہوئے خراماں خراماں آتے ہوئے دکھائی دیے انھیں دیکھ کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اتر آئے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ کہا ہے کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد فتنہ ہیں، ان دونوں بچوں کو خراماں خراماں آتے ہوئے دیکھ کر میں ضبط نہ کرسکا اور خطبہ توڑ کر ان کو اٹھا لیا۔[207] حسنؓ وحسینؓ نماز پڑھنے کی حالت میں آپ کے ساتھ طفلانہ شوخیاں کرتے تھے، لیکن آپ نہ انھیں روکتے تھے اورنہ ان کی شوخیوں پر خفا ہوتے تھے، بلکہ ان کی طفلانہ اداؤں کو پورا کرنے میں امداد دیتے تھے، آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے وقت رکوع میں جاتے تو حسنؓ و حسینؓ دونوں ٹانگوں کے اندر گھس جاتے آپ ان دونوں کے نکلنے کے لیے ٹانگیں پھیلا کر راستہ بنادیتے[208] آپ سجدہ میں ہوتے تو دونوں جست کرکے پشت مبارک پر بیٹھ جاتے، آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک دونوں خود سے نہ اتر جائے۔[209] دوش مبارک پر سوار کرکے کھلانے کے لیے نکلتے، ایک مرتبہ آپ حسنؓ کو کندھے پر لے کر نکلے، ایک شخص نے دیکھ کر کہا، میاں صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا، سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔[210] کبھی کبھی دونوں کو چادر میں چھپائے ہوئے باہر تشریف لاتے، اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ضرورت سے گیا آپ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے، میں اپنی ضرورت پوری کرچکا تو پوچھا آپ چادر میں کیا چھپائے ہیں؟ آپ نے چادر ہٹادی تو اس میں سے حسنؓ وحسینؓ برآمد ہوئے آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بچے اور میری لڑکی کے لڑکے ہیں خدایا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ نبوت کی حیثیت کو چھوڑ کر جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی بشری حیثیت کا تعلق ہے، حسنؓ و حسینؓ کی ذات گویا ذات محمد ﷺ کا جزو تھی، یعلیٰؓ بن مرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں، جو شخص حسینؓ کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے، حسینؓ اسباط کے ایک سبط ہیں۔ حسنؓ وحسینؓ کو آپ اپنے جنت کے گل خندان فرماتے تھے، ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ حسنؓ و حسینؓ میرے جنت کے دو پھول ہیں۔ حسنؓ و حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں، حذیفہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب او ر عشا کی نماز پڑھی، عشا کی نماز کے بعد آنحضرت ﷺ تشریف لے چلے میں بھی پیچھے ہولیا، میری آواز سن کر آپ نے فرمایا، کون ہ؟حذیفہ! میں نے عرض کیا، جی، فرمایا خدا تمھاری اور تمھاری ماں کی مغفرت کرے، تمھاری کوئی ضرورت ہے، دیکھو ابھی یہ فرشتہ نازل ہوا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ آیا تھا، اس کو خدا نے اجازت دی ہے کہ وہ مجھے سلام کہے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت کی عورتوں کی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [211]، [212]

## انفرادی فضائل

ان مشترک فضائل کے علاوہ حضرت حسنؓ کے کچھ امتیازی فضائل الگ ہیں، جو انھیں حضرت حسینؓ سے ممتاز کرتے ہیں، ان فضائل میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق پیشن گوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے، خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا، امیر معاویہؓ سے صلح کے وقت حضرت حسنؓ نے اس پیشین گوئی کی عملی تصدیق فرمائی ایک موقع پر فرمایا کہ حسنؓ کو میرا علم عطا ہوا ہے۔ [88][213]

## حوالہ جات


1. HathiTrust ID: https://catalog.hathitrust.org/Record/102364629 — اخذ شدہ بتاریخ: 18 نومبر 2021
2. عنوان : Encyclopædia Britannica — دائرۃ المعارف بریطانیکا آن لائن آئی ڈی: https://www.britannica.com/topic/Encyclopaedia-Britannica-English-language-reference-work/Eleventh-edition-and-its-supplements — اخذ شدہ بتاریخ: 18 نومبر 2021
3. British Library system number: https://explore.bl.uk/BLVU1:LSCOP-ALL:BLL01001068773 — اخذ شدہ بتاریخ: 18 نومبر 2021
4. https://lccn.loc.gov/11027773 — اخذ شدہ بتاریخ: 18 نومبر 2021
5. او سی ایل سی کنٹرول نمبر: https://search.worldcat.org/title/266598 — اخذ شدہ بتاریخ: 18 نومبر 2021


## سانچے

اخذ کردہ از «https://ur.wikipedia.org/w/index.php?title=حسن_ابن_علی&oldid=10049582»